حج کی انفرادیت، عبادات کا بہترین

مختصر تربیتی کورس

20 مئی 2026ء

حج کی ایک منفرد خصوصیت، عبادات کا بہترین مختصر تربیتی کورس

مفتی محمد قاسم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینِ اسلام میں جن اعمال کا حکم دیا گیا ہے، ان کا تعلق بنیادی طور پر دو چیزوں سے ہوتا ہے۔ ایک تو بندے کا تعلق اللہ عزوجل کے ساتھ جسے "حقوق اللہ" کہتے ہیں۔ دوسرا بندوں کے باہمی تعلقات جسے "حقوق العباد" کہا جاتا ہے۔ حج کے تمام اعمال و افعال پر غور کیا جائے، تو یہ دلچسپ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حج اسلام کے بنیادی احکام کے عملی مظاہرے کا ایک کریش کورس (Crash Course) ہے۔ کریش کورس ایک ایسا مختصر کورس ہوتا ہے جس میں کم وقت میں کسی موضوع کی اہم اور بنیادی باتیں سکھا دی جاتی ہیں۔

حج کا کریش کورس ہونا اس طرح ہے کہ حج کے تمام ایام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ذمہ داری اور ادائیگی کا اجتماع ہوتا ہے۔ حج کے ایام میں **ایک طرف** بندہ عبادات یعنی نماز، تلاوت، ذکر اللہ، درود پاک، صدقہ و خیرات، طواف، سعی، وقوفِ عرفہ، مزدلفہ میں قیام، رمیِ جمرات میں مشغول ہوتا ہے اور یہ سب اعمال حقوق اللہ کی ادائیگی ہیں۔ **دوسری طرف** اسی دوران لاکھوں انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے حاجی صبر، تحمل، ایثار، بھائی چارہ، دوسروں کو تکلیف نہ دینا، ان کی مدد کرنا اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا وغیرہ امور میں مشغول ہوتا ہے، یہ سب حقوق العباد کی عملی تربیت ہے۔

حج کی یہ خصوصی برکت بہت واضح طور پر مشاہدے میں آتی ہے کہ جو اعمال بجالانا عام زندگی میں مشکل محسوس ہوتے ہیں، وہی حج کے دوران انسان کے لیے آسان ہو جاتے ہیں اور

آدمی خود بخود ان کی طرف پوری دلجمعی کے ساتھ متوجہ ہو جاتا ہے، جیسے عام مشاہدہ ہے کہ عام حالات میں جو لوگ اپنے وطن میں نماز میں سستی کرتے اور غفلت برتتے ہیں، وہ سفر حج پر جا کر نماز چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ مکے مدینے پہنچ کر لوگوں میں نماز ادا کرنے کا ایک نیا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ فجر، ظہر اور عصر کے اوقات میں لاکھوں کا مجمع حرم کی طرف رواں دواں ہوتا ہے، حتی کہ نماز سے پہلے حرم سے واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف جانا آسان نہیں ہوتا، کیونکہ نماز پڑھنے کے شوق سے سرشار ایک عظیم انسانی ریلا مسلسل سوئے حرم بڑھ رہا ہوتا ہے حالانکہ ان ہی افراد میں شاید آدھی سے زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنے گھروں میں یا تو نماز ہی نہ پڑھتے تھے، یا نمازوں میں سستی کرتے تھے، لیکن یہاں ایسا کریش کورس ہوتا ہے کہ ان کا سب سے بڑا معمول ہی نماز کے لیے جانا، آنا اور اگلی نماز کا انتظار کرنا بن جاتا ہے، حتی کہ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے سخت گرمی میں جاتے اور آتے ہیں، اور پھر عصر کے وقت دوبارہ اسی طرح کی گرمی میں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

اسی طرح صدقہ و خیرات کو دیکھا جائے، تو اس کا کریش کورس یوں ہے کہ اولاً تو پہلے لاکھوں روپے خرچ کر کے سفر حج کر کے وہاں پہنچتے ہیں اور یہ رقم عام طور پر ایک سال کی زکوٰۃ سے بھی زیادہ ہوتی ہے، جیسے مثال کے طور پر چالیس لاکھ روپے کے مالک پر سالانہ زکوٰۃ ایک لاکھ روپے بنتی ہے، جبکہ وہی شخص حج کے لیے فی زمانہ (دو ہزار چھبیس سن عیسوی کے اعتبار سے) حج پر عمومی طور پر تقریباً 12 سے 18 لاکھ روپے تک خرچ کر دیتا ہے، پھر اتنے لاکھوں روپے خرچ ہو جانے کے باوجود وہاں پہنچ کر حاجی کوشش کرتے ہیں کہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کی جائے، خوب صدقہ و خیرات کیا جائے۔ گویا حج کی عبادت بندے میں انفاق فی سبیل اللہ (راہِ خدا میں خرچ کرنے) کا ایک نمایاں جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ ویسے مقبول حج کی ایک علامت یہ بھی ہے

کہ انسان صدقہ و خیرات کرتا رہے۔

حج کی برکات کی تیسری نوعیت دیکھیں کہ اللہ کا ذکر کرنا، دین کی روح، دین کی بنیاد اور دین کا سب سے مرکزی حکم ہے، بلکہ ہر عبادت کی اصل اور ہر عبادت کا مقصود بھی یہی ہے، حتی کہ نماز کا مقصد بھی یہی بیان ہوا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ ترجمہ: میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ (پارہ 16: سورۃ طہ: 14) اس تمہید کے بعد ذرا حاجی پر نظر ڈالیں، تو معلوم ہو جائے گا کہ حج پر جانے والا شخص جتنا اللہ کا ذکر سفرِ حج میں کرتا ہے، اتنا ذکر شاید پوری زندگی میں اسے نصیب نہیں ہوتا۔ حاجی گھر سے چلتا ہے، تو "لبيك اللهم لبيك" کی صدائیں بلند کرتا ہوا چلتا ہے، طواف کے دوران دعائیں پڑھتا رہتا ہے، منیٰ میں قیام کے دوران ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے، کبھی لبیک پڑھتا، کبھی تکبیرات تشریق میں مشغول دکھائی دیتا ہے۔ میدانِ عرفات میں جہاں بطورِ خاص کوئی الگ عبادت مقرر نہیں، وہاں بھی حاجی کی زبان پر دعا، ذکر اور تلاوت جاری رہتے ہیں۔ حاجی مسجدِ حرام، یا مسجدِ نبوی شریف میں بیٹھا ہوتا ہے، تو ہاتھ میں تسبیح یا قرآنِ پاک ہوتا ہے اور وہ مسلسل ذکر و اذکار میں مشغول رہتا ہے، گویا کہ باعمل حاجی کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کہیں میرا کوئی لمحہ غفلت میں نہ گزر جائے۔

یہ سب ظاہری عبادات کا حال تھا اور اگر حج میں باطنی عبادات کے پہلو سے "کریش کورس" کو دیکھا جائے، تو وہ بھی اسی طرح جامع اور مؤثر نظر آتا ہے، مثلاً: **باطنی عبادات میں سب سے پہلی چیز اخلاص ہے۔** حج میں اخلاص کی اصل کیفیت "لبيك اللهم لبيك" کے الفاظ سے بار بار ظاہر ہوتی ہے۔ لبیک کا مطلب ہے: "میں حاضر ہوں، یا اللہ! میں حاضر ہوں" یہ مسلسل پکار بندے میں اخلاص کو تازہ کرتی رہتی ہے۔

اخلاص کے بعد باطنی اعمال میں صبر ہے۔ سفرِ حج میں صبر کا بھی خوب موقع ملتا ہے۔ یہ

الگ بات ہے کہ کوئی صبر کرتا ہے اور کوئی شکوہ وشکایات میں پڑ جاتا ہے، لیکن اس پورے نظام میں صبر بھرپور انداز میں شامل ہے کہ صبر کا ذہن بنالیں، تو صبر کے فضائل پانے کا یہ بہترین موقع ہوتا ہے۔

سفرِ حج میں شکرِ الٰہی کی بھی خوب پریکٹس ہوتی ہے، بندہ ہر قدم پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ جب حاجی مکہ مکرمہ پہنچتا ہے، تو اس کے دل و زبان پر شکر جاری ہو جاتا ہے کہ یا اللہ! تو نے اپنے گھر کی حاضری نصیب فرمائی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر کہتا ہے: یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں پہنچایا۔ اسی طرح عرفات و مزدلفہ کے میدان ہوں، منیٰ کی وادیاں ہوں، رمیِ جمرات ہو، طواف الزیارۃ ہو، حج کی سعی ہو یا حلق و تقصیر، الغرض ہر مقام اور ہر عبادت کے بعد یہی کیفیت رہتی ہے کہ بندہ ہر مرحلے کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس طرح پورا حج شکر کے احساس سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ہر نماز میں صبح و شام، اور حرم میں ہر حاضری کے وقت خانۂ کعبہ کی زیارت اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اسے اس عظیم گھر کی زیارت نصیب ہوئی اور ایسی عظیم جگہ پر حاضر ہونے کا موقع ملا، جہاں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ جہاں ایک مرتبہ "الحمد للہ" کہنے پر ایک لاکھ مرتبہ الحمد للہ کہنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جہاں قرآن مجید کی تلاوت مکمل کرنے پر ایک لاکھ قرآن پاک کی تلاوت کے برابر ثواب ملتا ہے۔ بہر حال یہ کیفیت عملی طور پر شکر کی تربیت بن جاتی ہے۔

اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی بھی حج میں خوب عملی تربیت ہوتی ہے۔ وہاں جتنی بھی مشکلات پیش آتی ہیں، ان سب میں بندہ یہی کہتا ہے: ﴿وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں۔ (پارہ 24، سورۃ مومن: 44) بہت سے سعادت مند حاجی اسی سوچ کے ساتھ چل رہے ہوتے ہیں کہ اِس مقدس سفر میں کہیں بھی شکوہ نہیں کرنا۔ مثبت سوچ رکھنے والے،

خوبصورت مزاج والے اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے والے لوگ وہاں راضی بِرضا نظر آتے ہیں اور حکم بھی یہی ہے کہ یہاں کی تکالیف پر شکوہ نہ کیا جائے۔ پھر کچھ لوگ وہاں اللہ کی رضا کی خاطر حاجیوں کی خدمت میں مصروف ہوتے ہیں۔ کوئی گرمی میں کھڑے ہو کر حاجیوں پر پانی کا چھڑکاؤ کر رہا ہوتا ہے؛ کوئی پانی، شربت وغیرہ تقسیم کر رہا ہوتا ہے۔ یہی وہ بھائی چارہ اور ایثار کا ماحول ہوتا ہے، جو وہاں نظر آتا ہے۔

اعمال میں اللہ کا خوف رکھنے والی کیفیت کے بھی سفرِ حج میں خوب مواقع ملتے ہیں۔ جو بندہ زندگی میں کبھی نہیں رویا ہوتا، وہ بھی خانہ کعبہ کو پہلی مرتبہ دیکھ کر رو جاتا ہے اور صرف ایک بار نہیں بلکہ بار بار روتا ہے۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں کوئی کہاں کھڑا، کوئی کہاں بیٹھا ہوتا ہے، کوئی خیمے میں تو کوئی خیمے کے باہر ہوتا ہے، کوئی درخت کے سائے میں تو کوئی کھلے آسمان تلے ہوتا ہے، لیکن سب کے دلوں میں اللہ کی عظمت کا تصور ہوتا ہے، اور اسی کیفیت میں آنسوؤں کا ایک سلسلہ جاری رہتا ہے، بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔

باطنی اعمال میں ایک نہایت اعلیٰ و افضل عمل، محبتِ الٰہی ہے۔ محبتِ الٰہی دراصل دل کی وہ کیفیت ہے، جس میں بندے کا دل اپنے رب کی طرف مائل ہو جاتا اور اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ ایک خاص قسم کی کشش اور وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت ایک حقیقی روحانی میلان ہے، جو انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہے۔ بندے کے دل میں اللہ کی محبت کیسے اُمڈ اُمڈ کر آتی ہے، اس کا خوبصورت آغاز حج و عمرہ کے سفر میں اس وقت ہوتا ہے، جب بندہ پہلی مرتبہ اپنی زبان سے ”لبیك“ ادا کرتا ہے۔ لفظِ ”لبیك“ دراصل ایک اعلانِ محبت و اطاعت ہے۔ جیسے ہی یہ الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں، دل میں ایک تعلق سا جڑنے لگتا ہے، ایک روحانی ربط قائم ہو جاتا ہے اور بندہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اگر کوئی شخص ”لبیك اللھم لبیك“

کی آوازیں سن لے، تو اس کی کیفیت بدلنے لگتی ہے۔ جیسے ہی یہ الفاظ کانوں میں پڑتے یا زبان سے ادا ہوتے ہیں فوراً ایک روحانی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے اور دل میں اللہ کی طرف رجوع اور محبت کا شدید احساس بیدار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ گویا تلبیہ کے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے تعلق کو جوڑنے کا ایک نہایت مضبوط ذریعہ ہیں۔ جب حاجی خانہ کعبہ کی زیارت کرتا، مناسک حج و عمرہ ادا کرتا ہے اور مختلف مقامات پر عبادات کرتا ہے، تو ہر جگہ اس محبت کا اظہار مختلف انداز میں ہوتا رہتا ہے۔ صورتحال یہ ہوتی ہے کہ جس شخص پر خوف غالب ہو، اس کے اعمال خوف اور خشیت کے رنگ میں ڈھل جاتے ہیں اور جس کے دل میں محبت غالب ہو، اس کے اعمال محبت، شوق اور جذبے کے رنگ میں نظر آتے ہیں۔ یوں ہر شخص کی عبادت اور کیفیت اپنے اندر ایک جداگانہ روحانی رنگ رکھتی ہے۔

بہر حال اگر حج و عمرہ کے اس پورے نظام کو گہرائی سے دیکھا جائے، تو تمام عبادات کے اصل مقصد کا ایک طرح سے ”کریش کورس“ ہوتا نظر آتا ہے یعنی چند دنوں کے اس سفر میں انسان کو وہ بنیادی دینی اسباق عملاً سکھا دیے جاتے ہیں، جو عام زندگی میں سالہا سال میں بھی پوری طرح نہیں سیکھے جاتے۔ حج ایک ایسی جامع تربیت گاہ ہے، جہاں بندہ کئی قسم کی عبادات کو ایک ہی وقت میں پریکٹیکل کے ساتھ سیکھتا ہے اور یہ پریکٹیکل اس کی بقیہ زندگی میں بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی سابقہ زندگی گناہوں بھری ہوتی تھی، لیکن حج کے بعد وہ ایسا روشن اور پاکیزہ دل لے کر لوٹتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی پوری زندگی ایک نئی سمت اختیار کر جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر سال حج کی سعادت نصیب فرمائے اور حج کی کامل برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

www.dawateislami.net